اسلام کا نظریۂ اقتدارِ اعلیٰ

(۳)

از: جناب ڈاکٹر ماجد علی خاں صاحب لکچرر اسلامیات، جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

قرآن کریم کی آیت اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ (سورۂ حج) کے تحت حضرت شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:۔۔۔

اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ میں (بطور شرط وجزا کے) حقیقت خلافت کے ایک جز (یعنی اقامت دین) کو دوسرے جز (یعنی تمکین) پر معلق کیا ہے (کیوں کہ خلافت شرعی) اس تمکین فی الارض کا نام ہے (جو اقامت دین کے ساتھ ہو) مطلب یہ ہوا کہ ....

"ان لوگوں کو اگر زمین میں تمکین ملے گی تو ضرور وہ تمکین اقامت دین کے ساتھ ہوگی ...." [۱]

اپنی معرکۃ الآرا تصنیف "ازالۃ الخفاء" میں حضرت شاہ صاحب ایک جگہ تحریر کرتے ہیں:۔

"(جس طرح نبی کی تعریف کے یہ) الفاظ" نبی وہ ہے جو شریعت الٰہیہ کی تبلیغ پر مامور ہو" ایک ظاہری صورت رکھتے ہیں اور ایک باطنی۔ ظاہری صورت ان کی شریعت کا لوگوں میں پہونچا دینا اور باطنی صورت ان کی وہ داعیۂ قویہ ہے جو اس کے دل کے درمیان جوش کرتا ہے اسی طرح (خلیفہ خاص کی تعریف کے یہ) الفاظ "خلیفہ وہ ہے جو نبی کی شریعت کو لوگوں میں جاری کرے اور اس کے ہاتھ پر خدا کے وہ وعدے جو اس کے نبی کے ساتھ تھے پورے ہوں" ایک ظاہری صورت رکھتے ہیں اور ایک باطنی۔ ظاہری صورت اُن کی احکام نبی کا نافذ کرنا اور باطنی صورت وہی داعیۂ قویہ ہے جو بواسطہ پیغمبر کے اس کے دل میں جاگزیں ہو گیا ہے بلکہ اس کے دل کی جڑ سے جوش مارتا رہتا ہے ......" [۲]

---

[۱] ازالہ ص۲۲ [۲] ازالۃ الخفاء ج ۱ مطبوعہ لکھنؤ ص۱۰

اوپر کے بیان سے بھی صراحتاً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خلیفہ شرعی احکام کا نافذ کرنے والا ہے یعنی اسلام میں فرمانروائی اللہ اور اس کے رسول کی ہی ہے۔

ایک اور جگہ حضرت شاہ صاحبؒ تحریر کرتے ہیں :۔

"اور مروی ہے عمرو بن دینار سے کہ ایک شخص نے عمرؓ سے کہا کہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دیجئے اس کے ساتھ جو اللہ نے آپ پر منکشف کردی۔ فرمایا خبردار یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے یعنی نبی صلعم کا اجتہاد اخطاء سے بالکل پاک ہے کسی دوسرے کا نہیں ۔ اور مروی ہے ابن وہب سے انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالکؒ نے کہا کہ وہ حکم جس سے لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جاتا ہے دو قسم کا ہے تو جو فیصلہ کیا جائے گا قرآن اور سنت جاریہ سے تو یہ حکم واجب ہے اور ثواب ہے اور جو ایسا حکم ہے کہ اس میں عالم (یا حاکم) نے اپنی طرف سے اجتہاد کیا ہے تو ایسی بات کے متعلق جس کے بارے میں کوئی شی (یعنی دلیل قرآن و حدیث میں) نہیں آتی تو امید ہے کہ وہ حق کے موافق ہو جائے (پھر) کہا کہ ایک تیسرا بھی ہے یعنی متکلف (بعید احتمالات پر حکم کی بنیاد قائم کرنے والا) ایسے مسئلہ میں جس کو وہ نہیں جانتا تو جو اس کے بارے میں میں گمان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ حق کے موافق نہ ہوگا ....." [1]

حضرت شاہ ولی اللہ خلافت کی مزید تصریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"باعتبار لغت خلافت کے معنے ہیں" جانشینی " کہ کوئی دوسرے کی جگہ بیٹھ جائے اور اس کا نائب بن کر کام کرے اور شریعت میں اس سے مراد ایسی بادشاہت ہے جو اقامت دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی انجام وہی کے لئے ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کے طور پر تو اگر کوئی بادشاہ نہ ہو اور اس کا حکم نافذ نہ ہو تو وہ خلیفہ نہیں ہے۔ کتنا ہی ہم فرض کرلیں کہ وہ افضل امت بھی ہو اور معصوم اور فاطمی بھی = اور اگر کوئی کافر بادشاہ بن جائے (یا مومن بادشاہ ہو جائے مگر) تحکیم (یعنی نظام عمل) تلوار سے کرتا ہے شریعت سے نہیں، اس کا کام خراج اور محصول لینا ہو اور اقامت دین جیسے جہاد اور حدود کا قائم کرنا اور مقدمات کے فیصلوں میں قطعاً مشغول نہ ہو تو خلیفہ نہیں ہوگا جیسے منغاً

---

[1] ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۱۴۸ ۔

(زور زبردستی سے بادشاہ بن جانے والے) ہمارے زمانے کے اور ہم سے پہلے گذر چکے ہیں[۱]" اس سلسلے میں مزید تحریر کرتے ہیں۔

"جب ہم خلافت کو وصف راشدہ کے ساتھ مقید کریں گے (یعنی خلافت راشدہ کہیں گے) تو اس کے معنی یہ ہوں گے: پیغمبر صلی اللہ کی نیابت ان کاموں میں جو بہ بنا ء وصف پیغمبری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم انجام دیتے تھے یعنی اقامت دینی اور دشمنان خدا کے ساتھ جہاد اور حدود اللہ کا جاری کرنا اور علوم دینیہ کا احیاء اور ارکان اسلام (یعنی نماز روزہ حج وزکوٰۃ) کا قائم کرنا اور قضا و افتاء کا قائم کرنا اور اس ذیل میں آتے ہیں ان کی انجام دہی ایسے احسن طور پر کہ گناہ سے محفوظ رہتے ہوئے اس کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائیں[۲]"

غرض حضرت شاہ ولی اللہ کی تحریرات سے صاف ظاہر ہے کہ سیاست شرعیہ میں رئیس مملکت (خلیفہ یا امام وغیرہ) اللہ کے احکامات واوامر کا اجراء کرنے والا ہوتا ہے اس لئے اسلامی حکومت میں اصل اور بنیادی فرمانروائی اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ہوگی۔

" امام راغب اصفہانی مفردات کے شروع میں خداوند تعالیٰ کو قوانین کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں[۳]"

امام محمد غزالی نے سیاست وسلطنت کے متعلق اپنے زمانے میں جو کتاب لکھی ہے اس میں وہ سب سے پہلے یہ اعتراف کرتے ہیں کہ عالمگیر حکمرانی خداوند برتر کا انعام ہے۔ خدا کے قانون اقتدار کو تسلیم کرنا اسلامی حکومت کا پہلا قانون ہے[۴]

دور جدید کے مشہور سیاسی مصنف محمد رشید رضا مصری نے خلیفہ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:۔

(۱) ثم ھو مطاع ما دام علی المحجۃ "پھر اس کا حکم اسوقت تک مانا جائے گا جبتک کہ وہ راہ

---

[۱] ازالۃ الخفاء ج ۲ مطبوعہ کراچی ص ۳۲۸ [۲] ایضاً ص ۳۳ [۳] مفردات القرآن (راغب الاصفہانی) ص ۲۸۴

[۴] التبر المسبوک فی نصائح الملوک ص ۸ ("اسلام کا نظام حکومت" ص ۱۲۳)

ونهج الكتاب والسنة، والمسلمون له بالمرصاد، فاذا انحرف عن النهج اقاموه عليه واذا اعوج قوموه بالنصيحة والاعذار اليه"۔

راست پر اور کتاب (یعنی قرآن) اور سنت کے راستے پر قائم رہے اور مسلمان اس پر نظر رکھتے رہیں گے لیکن اگر وہ اس راستے سے ہٹ جائے گا تو وہ اس کو اس پر قائم کریں گے لیکن اگر وہ اس راستے سے ہٹ جائے گا تو وہ اس کو اس پر قائم کریں گے اور اگر وہ ٹیڑھا ہو جائے گا تو اس کو خیر و اصلاح سے سیدھا کریں گے اور اس کی درستگی کے لئے کوشش کریں گے۔

(۲) لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق"

(۲) (لیکن) جس بات کے ماننے میں خالق کی نافرمانی (معصیت) ہو اس میں مخلوق کی اطاعت نہیں۔

(۳) فاذا فارق الكتاب والسنة في عمله وجب عليهم ان يستبدلوا به غيره"۔

(۳) اس لئے اگر وہ اپنے عمل میں کتاب (قرآن) اور سنت الگ ہو جائے گا تو ان پر (یعنی قوم پر) یہ لازم ہے کہ وہ اس کو کسی دوسرے (حاکم) سے تبدیل کرے.....[1]

مولانا سید محمد میاں اِن الحکم الا للّٰہ (فیصلہ تو صرف اللہ کا ہی ہے) کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

" اسلام نے فیصلہ کے اصول مقرر کر دیئے ہیں جن کے ماتحت تفصیلات مرتب کرنا اور ان کو نافذ کرنا اس نظام کے حوالہ ہوتا ہے جس کو خلافت کہا جاتا ہے جو ایک طرف حاکم علی الاطلاق یعنی خداوند عالم کی نیابت ہوتی ہے کہ وہ ذمہ داریاں پوری کرے جو رب العالمین نے اپنی مخلوق کے بارے میں اپنے اوپر لی ہے ـــ مثلاً ارشاد ہے: وَمَا مِنْ دَابَّةٍ الخ اور کوئی نہیں پاؤں چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر اس کی روزی ہے (سورہ ہود - آیت ۶)

دوسری طرف وہ بندگان خدا کی نیابت ہوتی ہے تا کہ وہ خدمات پا سکیں جن کے لئے جماعتی طاقت اور فیصلہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

[1] الخلافة والامامة العظمیٰ ص ۱۲۶۔

خلیفہ صرف مخلوق کے سامنے نہیں بلکہ خالق کے سامنے بھی جواب دہ ہے اور اس لئے وہ پابند ہے کہ جس طرح مخلوق کے معاملات میں شوریٰ سے مشورہ کرے اسی طرح وہ خالق کے عطا کردہ قانون اور دستور کے منشا کو سمجھنے میں شوریٰ سے مدد حاصل کرے[ا]"

مولانا حامد الانصاری غازی تحریر کرتے ہیں۔ "حکومت و سلطنت میں سب سے پہلی ہستی فرمانروائے اعلیٰ ہے۔ اسلامی حکومت اپنی موثر تنظیمات، اپنے احکام و قوانین کے اجراء اور اپنے اقتدار کے دائرہ میں خداوند تعالیٰ کی واحد ہستی کو فرمانروائے اعلیٰ (حکومت کا اصل مالک) سمجھتی ہے یہ ہستی اقتدار کا مرکز، اعمال کا محور، ضابطہ دستور کا سرچشمہ، سیاست و سلطنت کا مبداء، عاملانہ تدبر، حکیمانہ انصاف اور حاکمانہ تشکیلات کا مرجع اول ہے[۲]"

آگے چل کر وہ تحریر فرماتے ہیں۔ "اسلام کے نظام حکومت میں فرمانروائے اعلیٰ کے حقوق و اختیارات سے مراد یہ ہے کہ وہ زندگی کے ہر شعبہ کی طرح سیاست و سلطنت کے دائرہ میں اقتدار اعلیٰ کا مالک ہے۔ شاہانہ تصرفات کا حق رکھتا ہے اور مختار کل ہے (۷/۶) اگرچہ وہ سب کو دیکھتا ہے اور اس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا (۶/۱۰۳) مگر حکومت اس کا خاص حق ہے (۱۲/۴۰) اسی کا حکم چلتا ہے (۱۲/۶۷) وہ اپنے عرش حکومت سے حکومت کرتا ہے (۱۰/۳) اس کا حکم زمین و آسمان ہر جگہ اپنا کام کرتا ہے (۶۵/۱۲) اس نے معزز، مقتدر اور فرمانروائے عالم کی حیثیت سے روئے زمین کو انسانیت کا وطن بنایا انسانی زندگی کی تصویر احسن بنائی۔ معاشی لوازم پر انسان کو اختیار دیا (۶۴/۷)............ دنیا کا نظام اس کے حکم سے قائم ہے (۳۰/۲۵) سمندر کے بحری بیڑے اس کے حکم سے حرکت کرتے ہیں (۴۲/۶۵) اور دنیا کی ہر شے اس کے حکم سے انسان کے تصرف میں ہے (۴۵/۱۳) قرآن حکیم[۳]"

وہ مزید تشریح کرتے ہیں: "خدا کی حکومت کی بالا دستی کو ماننے کے معنی یہ ہیں کہ تمام دنیا ایک بالادست وجود کے سایہ میں آباد ہے۔ تمام انسان انسانیت میں برابر ہیں۔ جملہ انسانوں کے حقوق یکساں ہیں ہر انسان اپنے برابر کے درجہ کے انسان کی غلامی سے آزاد ہے[۴]"

ا: دور حاضر کے سیاسی و اقتصادی مسائل ص۲۴،۱۲۵ ۲: اسلام کا نظام حکومت ص۲۵۶ ۳: ایضاً ص۲۵۹-۲۶۰

مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی ندوی تحریر فرماتے ہیں :" مقتدرِ اعلیٰ (SOVEVEiGN) نظامِ سیاست کا مرکزی حصہ ہوتا ہے۔ جس کے گرد پورا نظام گردش کرتا ہے۔ اور اس کی نوعیت اس سوال کے جواب پر منحصر ہوتی ہے کہ اقتدارِ اعلیٰ کسے حاصل ہے؟ اس اعتبار سے اسلام کا نظامِ سیاسی دنیا کے ہر سیاسی نظام سے کلیۃً ممتاز ہے۔ اس میں اقتدارِ اعلیٰ اسی ہستی کے ساتھ مخصوص سمجھا جاتا ہے جو حقیقی مالکِ کائنات ہے۔ اس کا بنیادی اصول ہے کہ مقتدرِ اعلیٰ اور فرمانروائے حقیقی محض اللہ جل شانہ ہے اور اس کے علاوہ کسی کو بھی یہ حق نہیں حاصل ہے۔ اللہ کی آخری کتاب مسئلہ کو بالکل صاف کر دیتی ہے :

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ "آسمانوں اور زمین کی حکومت اللہ ہی کے لئے ہے"

اقتدارِ اعلیٰ کے سیاسی مفہوم کو ذہن میں رکھتے ہوئے قرآن مجید اور احادیث نبویہ کا مطالعہ کیجئے آیت مذکورہ کے علاوہ بھی اس مدعا کے بکثرت دلائل مل جائیں گے۔

یہ حقِ فرماں روائی مالکِ کائنات کے ساتھ مخصوص ہے اور جو خالق کائنات ہے وہی مالک کائنات ہے، اس کی اطاعت ہر شخص پر فرض ہے اور وہ کسی کا پابند و مطیع نہیں، اس کا ہر حکم قانون سے بالاتر ہے[1]

سعودی عرب کے ایک ماہر قانون شیخ احمد بن ناصر بن عُنیم اپنی تالیف "البرهان والدليل على كفر من حكم بغير التنزيل" میں تحریر فرماتے ہیں :

فإن الحكم بغير ما انزل الله من	"بغیر اس چیز کے جس کو اللہ نے نازل کیا حکم کرنا
أمر الشيطان ومن اعظم	شیطان کے کاموں میں سے ایک کام ہے اور سب
الضلال ويعمل به الظالمون	گراہی ہے اس پر ظالم لوگ ہی عمل کرتے ہیں جو اسلا
خلف بعد سلف كما جاء في الحديث	سے پیٹھ موڑتے ہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ
الصحيح لتتبعن سنن من كان	(ایسے لوگ) اس طریقہ پر ضرور عمل کریں گے جو تم

---

[1] "اسلام کا سیاسی نظام" ص ۱۲-۱۳

قبلکم و هذا العمل قدیم جاهلی یضعف مع قوة الاسلام و یتکاثر مع غربته۔ قال الله تعالیٰ فی سورة المائدہ (أفحکم الجاهلیة یبغون و من أحسن من الله حکماً لقوم یوقنون) و قال تعالیٰ فی سورة النساء (فان تنازعتم فی شیء فردوه الی الله والرسول ان کنتم تؤمنون بالله والیوم الآخر ذلک خیر و احسن تاویلاً) [1]

(یعنی امت محمدیہ) پہلے رائج تھے اور یہ قدیم جاہلیت کا رواج ہے۔ اسلام کی قوت سے کمزور ہوتا ہے اور اسلام سے دوری ہو جانے سے غلبہ پاتا ہے اور ترقی کرتا ہے اللہ تعالیٰ سورۃ المائدہ میں فرماتا ہے "تو کیا یہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ جو لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں ہے" اور اللہ سورۃ النساء میں فرمایا ہے "پھر اگر تم میں باہم اختلاف ہو جائے کسی چیز میں تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹایا کرو اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی خوشتر ہے۔"

مولانا ابوالکلام آزاد " ان الحکم الا للہ " پہ اپنے مضمون میں تحریر کرتے ہیں:

"لوگ دنیا میں سیکڑوں قوموں کے محکوم ہیں۔ ماں باپ کے محکوم ہیں، دوست واحباب کے محکوم ہیں۔ استاد مرشد کے محکوم ہیں، امیروں حاکموں اور بادشاہوں کے محکوم ہیں۔ اگرچہ وہ دنیا میں بغیر زنجیر و بیڑی کے آئے تھے مگر دنیا نے ان کے پاؤں میں بہت سی بیڑیاں ڈال دی ہیں۔"

لیکن مومن و مسلم ہستی وہ ہے جو صرف ایک ہی کی محکوم ہے۔ اس کے گلے میں محکومی کی ایک بوجھل زنجیر ضرور ہے پر مختلف سمتوں میں کھینچنے والی بہت سی زنجیریں نہیں رہیں [2]"

اس سلسلے میں وہ آگے تحریر کرتے ہیں:

"حدیث صحیح میں یہ ہے کہ فرمایا۔

---

[1] " البرهان و الدلیل علی کفر من حکم لغیر تنزیل ص ۱۹-۲۰-

[2] مضامین " الہلال " ص ۱۳۱ -

لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ (بخاری و مسلم) "جس بات کے ماننے میں خدا کی نافرمانی ہو اس میں کسی بندے کی فرمانبرداری نہ کرو۔"

اسلام نے یہ کہہ کر فی الحقیقت ان تمام ماسوی اللہ کی اطاعتوں اور فرمانبرداریوں کی بندشوں سے مومنوں کو آزاد و حرکامل کر دیا جن کی بیڑیوں سے تمام انسانوں کے پاؤں بوجھل ہو رہے تھے اور ایک ہی جملے میں انسانی طاعت اور پیروی کی حقیقت اس وسعت اور احاطے کے ساتھ سمجھا دی کہ اس کے بعد اور کچھ باقی نہیں رہا۔" لہ

مولانا ابو الکلام آزاد مزید تحریر کرتے ہیں۔

"سرور کائنات اور سید المرسلین (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بڑھ کر مسلمانوں کا کون آقا ہو سکتا ہے۔ لیکن آپ نے بھی جب عقبہ میں انصار سے بیعت کی تو فرمایا کہ "میری اطاعت تم پر اس وقت کے لئے واجب ہے جب تک کہ میں تم کو نیکی کا حکم دوں" سلہ

"مشہور مغربی مفکر محمد اسد (سابق لیوپولڈ ویس) اپنی انگریزی کتاب" PRINCIPLES OF STATE & Govt. in ISLAM میں اس موضوع پر تحریر کرتے ہیں:-

"معروف مغربی فلسفہائے سیاست سے متاثر ہو کر بہت سے تعلیم یافتہ مسلمانوں نے بھی اس بات پر زور دینا شروع کر دیا ہے کہ بالآخر فرمانروائی "عوام" کی ہی ہونی چاہئیے اور نہ صرف ریاست کے مختلف ادارے بلکہ موجودہ دور کی قانون سازی کی تشکیل میں ان کی خواہش اور رائے ہی کو اصولی طور پر تسلیم کیا جانا چاہئیے۔ جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں سے بھی جو کہ اسلامی ریاست کے نظریہ کو اصولی طور پر تسلیم کرتے ہیں، ایک اچھا طبقہ ان کا ہے جو مطلق فرمانروائی کو "اجماع" کے اندر سمجھتے ہیں اور ذیل میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مندرجہ ذیل حدیث پیش کرتے ہیں:

ان اللہ لا یجتمع امتی علی ضلالۃ سلہ اللہ میری امت کو گمراہی پر کبھی مجتمع نہیں کرے گا۔

لہ مضامین الہلال صہ ۱۳۳۔ سلہ ۱۳۴، ۱۳۵۔ سلہ الترمذی بروایت عبداللہ ابن عمرؓ۔

اس حدیث کی بنیاد پر بہت سے مسلمان یہ کہتے ہیں کہ جس راستہ پر بھی قوم یا کم از کم اُس کی اکثریت متفق ہو جائے، وہی صحیح راستہ ہے[1] لیکن یہ نتیجہ اخذ کرنا سراسر غلط ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی مندرجہ بالا حدیث منفی پہلو پیش کرتی ہے مثبت نہیں۔ آپؐ کا مقصد صرف وہی تھا جو کہ حدیث میں کہا گیا ہے۔ یعنی سب کے سب مسلمان (ایک ساتھ مل کر) کسی غلط راستہ کو اختیار نہیں کریں گے اور یہ کہ اُن میں ہمیشہ ایسے گروہ یا افراد رہیں گے جو نہ صرف گمراہی میں مبتلا ہونے والے لوگوں سے اختلاف رکھیں گے بلکہ اُن کو صحیح راستہ اختیار کرنے پر مجبور کریں گے۔

اس لئے جب ہم اسلامی فلسفۂ سیاسیات میں لفظ "اجماع" کا استعمال کرتے ہیں تو ہمیں بہت زیادہ محتاط ہونا چاہئے۔ تاکہ ہم اُس چیز سے بچ سکیں جس کی طرف (انگریزی کا) ایک مشہور مقولہ[2] اشارہ کرتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ غیر اہم چیزوں کو اہمیت دینا۔ دوسرے الفاظ میں ہمیں اپنے ماضی کی غیر اسلامی مطلق العنان بادشاہت کے بدلے ایک اُسی جیسے غیر محدود فرمانروائی کے غیر اسلامی نظریہ کو اس اُمت کے اوپر مسلط نہیں کرنا چاہیئے۔

جہاں تک اس بات کا سوال ہے کہ اسلامی حکومت یا ریاست (کسی جگہ کے) عوام کی مرضی کے مطابق ہی ان کی رائے سے قائم ہونی چاہیئے، یہ کہا جا سکتا ہے کہ عمومیت اُن کی رائے کو ہی دینا چاہئے، لیکن جہاں تک کسی خالص اسلامی معاشرہ کا سوال ہے اُس میں نظام حکومت اور معاشرتی و سیاسی تعاون ان کی اس رائے کا آئینہ دار ہونا چاہیئے جس کے مطابق اُنھوں نے اسلام کو ایک فرامین الٰہی کی حیثیت سے تسلیم کیا ہے۔ اس لئے ایک (اسلامی معاشرہ میں) اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ فرمانروائی اُن کا (یعنی عوام کا) ذاتی حق ہے کیونکہ قرآن اعلان کرتا ہے :

---

[1] یہ نتیجہ اخذ کرنا قدیم رومی مقولہ کے مطابق ہے یعنی " لوگوں کی آواز خدا کی آواز ہے "۔ اور اسی مقولہ کی بازگشت مغرب کے جمہوری فلسفہ میں سنائی دیتی ہے۔ (اسد) [2] انگریزی کا مقولہ جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یہ ہے (EMPTYING THE CHILD WITH THE BOTH

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (آل عمران ۲۶)

"کہو! اے اللہ (تو ہی) ملک کا مالک (ہے) تو جسے چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے چھین لے۔ جسے چاہے عزت بخشے اور جس کو چاہے ذلیل کردے۔ ہر قسم کی بھلائی تیرے ہی اختیار میں ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔"

اس لئے حقیقی فرمانروائی امر الٰہی کی ہے جو احکامات شریعت کے اندر پنہاں ہے۔ مسلم معاشرہ (عوام) کا قانونی اختیار دراصل ایک جانشین یا قائم مقام جیسا ہے جس کی حیثیت ایک امانت الٰہی کی ہے؛ اسی طرح اسلامی حکومت کا معاملہ ہے۔ بے شک حکومت کا قیام اور اس کا نظم ونسق عوام کی مرضی کے تابع ہے لیکن اس میں فرمانروائی بالآخر اللہ ہی کی تسلیم کی جائے گی۔ اور اگر وہ اُن شرعی اصول کے مطابق ہے جن کو میں نے گزشتہ صفحات میں بیان کیا ہے تو اُس کے شہری رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مندرجہ ذیل حدیث کے مطابق اُس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں حق بجانب ہوں گے۔

من اطاعنی فقد اطاع الله ومن عصانی فقد عصی الله، ومن یطع الأمیر فقد اطاعنی ومن یعصی الامیر فقد عصانی۔

"جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔"

(بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرہ رضؓ) [1]

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ مسلم محققین اسلامی حکومت میں اقتدار اعلیٰ اور حاکمیت صرف اللہ کی ہی تسلیم کرتے ہیں اور اس کو سیاست شرعیہ کی ایک اہم بنیاد اور جز قرار دیتے ہیں۔ اس لئے اس میں شبہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں کہ اسلام میں "قانونی حاکمیت" اور "اقتدار اعلیٰ" صرف اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہی ہے۔

---

[1] MUHAMMAD ASAD THE PRINCIPLES OF STATE AND GOVERNMENT IN ISLAM. p.p. 3[illegible]-39